OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com



# انسانی جذبات کو قانون کے ذریعے منظم کرنا: اسلامی قانون اور روایتی سیاق وسباق میں تہوار اور سوگ کے مواقع پر والئی سوات کے فرامین

# Regulating Emotion through Law: The Walī of Swat's[1] Legal Rules on Festive and Mourning Occasions in Islamic Law and Customary Contexts

**Dr. Saif Ullah**
*Subject Specialist Islamic Studies, Government Higher Secondary School,Matta, Swat, KPK, Pakistan*
**Email:** saifu6565@gmail.com
**Dr. Lutfullah Saqib**
*Associate Professor (Law & Shariah), University of Swat, KPK, Pakistan*
**Email:** lutsaqib@gmail.com

**Abstract**

Walī Swat, a great ruler at the regime of Swat, had a pivotal role in the development of local laws in Swat. To strengthen the control of the state on the citizen, he had issued various laws related to several aspects of life. Among these rules, of course, the rules related to the occasions of happiness and sadness. These rules were, indeed, binding in nature; meaning thereby violation of which would result severe punishments. It was claimed, at that time, that such rules are in line with the principles of *Sharī'ah* (Islamic law) and, therefore, ideal to be followed. Some study, however, contradicts this by saying that such rules were made as per the prevailing custom of the region. Others explained, with solid evidence, that such laws were based on the principles of conventional law. The present research endeavors, with length, to investigate all such assertions. The predominant

CC BY

approach, in the present research work, however, is to investigate that whether such rules were in compliance with the principles of Islamic law. Owing to this, all such prevailing rules are critically analyzed in the light of the Holy *Qurān* and *Sunnah* of the Holy Prophet (SW). The work of classical Muslim jurists also cited for the same purpose, however, literature of the *Hanafī* School was followed more comparatively to others; as this was the formal school of thought in the region. Further, content analysis technique has been followed where the available secondary data has been critically analyzed.

**Keywords:** Walī Swat, *Sharī'ah*, Islamic Law, Sunnah, Customary Law, Conventional Law, *Hanafī* School

## تعارف

دینِ اسلام کو باقی تمام مذاہب میں ایک جداگانہ اور اعلیٰ مقام حاصل ہے، جس کی تمام تر تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور جس میں انسان کے تمام شعبہ ہائے زندگی کے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے، چاہے وہ انفرادی زندگی کے متعلق ہو یا اجتماعی زندگی کے، عبادات کے متعلق ہو یا معاشرت کے، ازدواجی زندگی کے متعلق ہو یا سیاسی زندگی کے۔ الغرض اسلامی تعلیمات بنی نوع انسان کے شعبہ ہائے زندگی کے متعلق مکمل اصول فراہم کرتی ہیں۔ اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام مذاہب میں کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے، جس میں تمام شعبوں کے بارے میں کامل رہنمائی موجود ہو۔ اسلامی معاشرہ والدین کے حقوق، بڑوں کا ادب واحترام، چھوٹوں پر شفقت و محبت، رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک، خاندانی نظام کو برقرار رکھنے، خوشی اور فوتگی کے متعلق تمام تعلیمات سے مزین ہے۔ آپ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو زندگی گزارنے کی ایسی ہدایات عطا فرمائی ہیں اور لوگوں کے ساتھ ایسا میل جول رکھنے کا حکم دیا ہے جس کی وجہ سے اس کا تشخص تمام انسانیت سے ممتاز ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس کو تکلیف پہنچانا چاہے تو یہ پھر بھی اس کے لیے خیر خواہ اور ناصح ہو۔ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ قطع تعلق کرے، تو یہ اس کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس پر ظلم کرے تو یہ اس کو معاف کرے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے، "صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ وَ قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلٰی نَفْسِکَ[2]"۔ صلہ رحمی کرو اس شخص کے ساتھ جو آپ سے قطع رحمی کرے اور اچھا سلوک کرو اس شخص کے ساتھ جو آپ کے ساتھ برا سلوک کرے، اور حق بات کہو اگرچہ وہ آپ کے خلاف کیوں نہ ہو۔ یہ روایت اس بات پر دال ہے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہر صورت میں برے اور غیر اخلاقی رویہ، اور غیر اخلاقی باتوں سے روکتا ہے۔ اور ایسے اقوال و افعال کا حکم دیتا ہے جو سراسر خیر خواہی اور خوش اخلاقی ہیں۔

ان روایات کے علاوہ آپ ﷺ نے معاشرتی اور تمدنی زندگی گزارنے کے لئے ایسے سنہرے اور رہنما اصول ارشاد فرمائے ہیں، جن کی وجہ سے معاشرہ مکمل طور پر محفوظ، پُرامن اور پرسکون ہو۔ اور ایسے تمام باتوں اور کاموں سے کو ممنوع فرمایا ہے جو کسی طریقے سے معاشرے کی بدامنی یا کسی شخص کی تکلیف کے سبب بنتے ہیں۔ جیسا کہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُولَ اللہِ ﷺ اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ خَیْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ[3]۔" ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ بہترین مسلمان کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے باقی مسلمان

محفوظ رہے۔یعنی کامل مسلمان ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر دوسرے انسان کو راحت و آرام پہنچائے، اور کسی بھی صورت میں اس کے لیے تکلیف اور مصیبت کا سبب نہ بنے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب میں تمام مخلوق خدا کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کو پر امن رکھنے کے لئے خوشی اور غمی کے مواقع پر ایسی ہدایات جاری کی گئیں ہیں جو سراسر خوبی ہیں، اور جو ہر قسم کے گناہوں اور جرائم کا سدباب کرتی ہیں اور ایسے تمام اقوال و افعال سے منع فرماتی ہیں جو معاشرے کے لیے باعثِ ایذا ہوں، یا اس کے آرام و سکون میں باعثِ خلل ہوں۔ کیونکہ اسلام میں معاشرتی آداب اور رسم و رواج کے اصول عارضی، محدود، غیر مستقل اور غیر حقیقی باتوں پر نہیں بلکہ وحی الہی پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے روئے زمین پر معاشرہ کے تمام افراد کے شعبہ ہائے زندگی گزر بسر، رہن سہن، آپس کے روابط و تعلقات، ملنے جلنے اور انفرادی اور اجتماعی، شادی اور فوتگی کے مواقع کے لیے معاشرے کی ذاتی ضروریات، مقامی حالات اور رسم و رواج کے پیش نظر اصول مقرر کیے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دینِ اسلام صرف عبادات تک محدود مذہب نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں ہر فرد اور ہر گروہ، ہر وقت اور ہر حال کے لئے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، دن ہو یا رات، خوشی ہو یا غمی، سب کے لیے باقاعدہ طور پر اصول وضع کیے گیے ہیں۔ ان اصول کو آداب معاشرت یا سوشل امور کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے والئی سوات نے اپنی ریاست کے باشندگان کے لیے بھی ایسے فرامین جاری کیے تھے، جن کا تعلق مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ ہے اور جن کو باقاعدہ طور پر قانونی شکل دی گئی تھی۔ ان فرامین کو رواج نامۂ سوات میں سوشل امور کے عنوان کے تحت قلمبند کیا گیا ہے۔ جن میں سے ان فرامین کا جن کا تعلق خوشی اور غمی کے مواقع کے ساتھ ہیں مقالہ ہذا میں شرعی و تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

## حکم نامہ: 432 شادی بیاہ کے موقع پر فائرنگ کرنا

اگر کسی نے شادی بیاہ میں فائرنگ کی تو مبلغ پچاس روپے جرمانہ فی کس ادا کرے گا۔ یہی حکم دوبارہ زیر نمبر 16 مورخہ 1960-06-01 جاری ہوا۔ نیز دستور العمل کالام میں اسی متن کا حکم بہ تاریخ 1951-12-05 شائع ہو چکا ہے۔[4]

از رجسٹر تحصیل کالام

### شرعی جائزہ

اس حکم نامے میں دو حکم درج ہیں۔ پہلا حکم شادی بیاہ میں فائرنگ کو ممنوع قرار دینا ہے۔ جب کہ دوسرا حکم فائرنگ پر جرمانے کو لاگو کرنا ہے۔ دینِ اسلام میں شادی بیاہ جو کہ خوشی کا موقع ہے کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور جائز طریقے سے اس کی تشہیر کی اجازت ہے۔ مثلاً مساجد میں اس کا اعلان کرنا اور اس پر دف بجانا، کھانا کھلانا وغیرہ۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ [5]"۔ اس نکاح کا اعلان کرو یعنی اس کو ظاہر کرو، اس کو مسجدوں میں کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ اس حدیث میں یہ واضح ہدایت دی گئی ہے کہ جب تم نکاح کرو تو اس کو ظاہر کرو، اس کو مسجدوں میں کرو، تاکہ اس کی خوب تشہیر ہو جائے۔ اور ساتھ ساتھ اس بات کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر دف بھی بجاؤ۔ لیکن دف بجانے کا حکم مساجد سے باہر ہے، کیونکہ مساجد میں دف بجانا مساجد کے آداب کے خلاف ہے۔ جیسا کہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں اس حدیث کی تشریح میں نقل کیا گیا ہے۔ " قَوْلُهُ (اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ) اَىْ بِالْبَيِّنَةِ فَالْاَمْرُ لِلْوُجُوبِ اَوْ بِالْاِظْهَارِ وَالْاِشْتِهَارِ فَالْاَمْرُ لِلْاِسْتِحْبَابِ كَمَا فِىْ قَوْلِهِ (وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ) وَهُوَ اِمَّا لِاَنَّهُ اَدْعَى لِلْاِعْلَانِ اَوْ لِحُصُولِ بَرَكَةِ الْمَكَانِ (وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ) اَىْ عَلَى النِّكَاحِ (بِالدُّفُوفِ) لٰكِنْ خَارِجَ

الْمَسْجِدِ[6] "۔ اس نکاح کا اعلان کرو، یعنی گواہوں کے ذریعے اس کو ظاہر کرو۔ اس صورت میں یہ حکم وجوب کے لیے ہوگا یا یہ معنی ہے کہ اس کو ظاہر کرو اور اس کی تشہیر کرو، تو اس صورت میں یہ حکم استحباب کے لیے ہوگا جیسا کہ اس کے قول میں ہے۔ کہ اس کو مسجدوں میں کرو، اس کی وجہ یہ ہے کہ مساجد میں نکاح کی صورت میں لوگوں کو دعوت زیادہ دی جائے گی (کیونکہ مساجد میں لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں) یا یہ کہ مساجد میں نکاح کی صورت میں مکان کی وجہ سے برکت ہو جائے گی اور اس نکاح میں دف بھی بجاؤ لیکن یہ دف بجانا نکاح سے باہر ہوگا۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ نکاح میں خوشی منانے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن خوشی منانا اس طریقے سے ہوگا جس میں شریعت کی مخالفت نہ ہو اور نہ اس سے معاشرے میں فساد اور نقصان کا اندیشہ ہو۔ چونکہ ہوائی فائرنگ عام طور پر انسانی جان کے ضیاع کا سبب بنتا ہے اور انسانی جان کو دینِ اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعے اسلحہ کھلا رکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ تاکہ انسانی جان مکمل طور پر محفوظ ہو۔ جس کے متعلق روایات اسلحہ کی فصل میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ گزر چکی ہے کہ: " نَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ اَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا[7] "۔ رسول اکرم ﷺ نے ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا۔ یہ ہدایت خصوصاً ایسے مواقع میں دی گئی ہے، جہاں عام طور پر لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں جیسا کہ شادی بیاہ یا جمعہ وعیدین کے مواقع وغیرہ۔ وہاں پر شریعت نے انسانی جان کی حفاظت کے واسطے ہر قسم کے اسلحہ، تلوار یا کسی بھی نوکدار چیز کے بارے میں احتیاط برتنے کی تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی روایت ہے۔" مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ بِسِهَامٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا قَالَ نَعَمْ[8] "۔ کہ ایک آدمی مسجد نبوی میں آیا جو تیر لئے ہوئے تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا اس کی نوکیں بند رکھو انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: " قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَحْمِلَ بِمَكَّةَ سَلَاحاً[9] "۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ حلال نہیں ہے کسی شخص کے لئے کہ وہ مکہ میں اسلحہ اٹھائے۔

اس حدیث میں مکہ کا ذکر اتفاقی ہے اور اس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں اور لوگوں کا ہجوم ہو۔ تو وہاں پر لوگوں کے تحفظ کی خاطر اسلحہ کا لے جانا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شریعت نے انسانی جان کے تحفظ کی خاطر جہاں اسلحہ کا صرف لے جانا ممنوع قرار دیا ہے وہاں ہوائی فائرنگ بطریقۂ اولیٰ ممنوع ہونا چاہئے جس سے انسانی جان اور مال کو زیادہ خطرات لاحق ہوسکتے ہیں۔ انہی روایات کے پیش نظر والئی سوات نے اپنی ریاست کی عوام کے تحفظ کی خاطر شادی بیاہ میں ہوائی فائرنگ کو ممنوع قرار دیا تھا۔ اس لئے یہ حکم صحیح ہے۔

اس حکم نامے میں دوسرا حکم فائرنگ کرنے پر جرمانہ عائد کرنا ہے۔ جس کے جواز کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ تعزیر بالمال جائز ہے[10]۔ پس یہ حکم بھی صحیح ہے۔

لہٰذا والئی سوات کا اس حکم نامہ میں شادی کے موقع پر فائرنگ کو ممنوع قرار دینا اور خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ عائد کرنا یہ دونوں احکامات شریعت کی رو سے صحیح ہیں۔ اس لئے یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

**حکم نامہ:433 ختنہ کی تقریب میں گانا بجانا**

ختنہ کرتے وقت گھر کا مالک اپنے گھر میں صرف بیس عورتیں اور پندرہ مرد مدعو کرسکتا ہے۔ نیز گھر کے اندر عورتیں صرف دف بجاسکتی ہیں۔ اگر دف بجانے کے علاوہ اور کسی قسم کے تماشوں کا انتظام گھر میں کیا گیا اور مرد وعورت کو مذکورہ تعداد سے زیادہ مدعو کیا گیا تو اس صورت میں مبلغ پانچ سو روپیہ گھر کے مالک سے لیے جائیں گے۔

تاریخ اجراء: 1959-05-11

مزید:
بچوں کا ختنہ کرواتے وقت گھر میں بیس سے زیادہ عورتوں اور گھر کے باہر پندرہ سے زیادہ مردوں کو مدعو نہیں کیا جاسکے گا۔ اگر اس تعداد سے زیادہ مرد و عورتیں مدعو کئے گئے تو مبلغ ایک سو روپیہ جرمانہ ہوگا۔
ختنہ کے موقع پر گھر کی چار دیواری کے اندر ڈھول بجانے کی اجازت ہے۔ گھر سے باہر ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کا مبلغ دو صد روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔[11]

تاریخ اجراء: 1960-01-06

**شرعی جائزہ**

حکم نامہ ہذا دو قسم کے حکم ناموں پر مشتمل ہے۔ پہلا حکم نامہ یہ ہے کہ ختنہ کرتے وقت گھر کا مالک اپنے گھر میں صرف بیس عورتیں اور پندرہ مرد مدعو کر سکتا ہے۔ نیز گھر کے اندر عورتیں صرف دف بجا سکتی ہیں۔ اگر دف بجانے کے علاوہ اور کسی قسم کے تماشوں کا انتظام گھر میں کیا گیا اور مرد و عورت کو مذکورہ تعداد سے زیادہ مدعو کیا گیا تو اس صورت میں مبلغ پانچ سو روپیہ گھر کے مالک سے لیے جائیں گے۔

یہ حکم نامہ دو احکامات پر مشتمل ہے۔ پہلا حکم ختنے میں مرد و عورتوں کی تعداد کے بارے میں ہے۔ جس کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہے۔ اور انتظامی امور کے بارے میں اس سے پہلے مختلف قسم کے حکم ناموں میں تفصیل گزر چکی ہے کہ وہ فرامین اور قوانین جو شریعت کے خلاف نہ ہوں، ان میں رعیت کے ہر فرد کے لئے حاکم کی تابعداری لازم ہے اور اس کی خلاف ورزی کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ یہاں تک کہ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت اور اس کے امام کو لازم پکڑنا چاہیے اور اس کی اطاعت کرنی چاہیے، اگرچہ وہ فسق و فجور یا دیگر معصیت میں مبتلا ہو اور لوگوں کا مال غصب کرتا ہو یا دیگر گناہوں میں ملوث ہو، ایسی صورت میں بھی اگر وہ گناہ کا حکم نہ دے تو اس کی اطاعت لازم ہے[12]۔ اس لیے والئی سوات کا یہ حکم صحیح ہے۔

جب کہ دوسرا حکم دف بجانے کے بارے میں ہے، چونکہ بچے کا ختنہ کرنا شادی بیاہ کی طرح خوشی کا موقع ہوتا ہے، اور آپ ﷺ کی روایت سے شادی بیاہ کے موقع پر دف بجانا ثابت ہے، جس کی تفصیل اس سے پہلے حکم نامہ میں گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر دف بجانا جائز ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے شادی کے علاوہ باقی خوشی کے مواقع میں بھی دف بجایا جا سکتا ہے۔ لیکن دف بجانے میں غلول کرنا اور ایسا طریقہ اختیار کرنا جو شریعت کے خلاف ہو یا عبادات میں خلل ہو، تو وہ جائز نہ ہوگا۔ اس لیے یہ حکم بھی صحیح ہے۔

تیسرا حکم یہ ہے کہ اگر دف بجانے کے علاوہ اور کسی قسم کے تماشوں کا انتظام گھر میں کیا گیا یا مرد و عورت کی مذکورہ تعداد سے زیادہ مدعو کی گئی، تو ان صورتوں میں مبلغ پانچ سو روپیہ گھر کے مالک سے لیے جائیں گے۔ یہ حکم جرمانہ کے متعلق ہے اور جرمانہ کے جواز کے بارے میں تفصیلی حکم اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

لہٰذا والئی سوات کا یہ حکم نامہ شریعت کے موافق ہے۔

دوسرا حکم نامہ یہ ہے کہ بچوں کا ختنہ کرواتے وقت گھر میں بیس سے زیادہ عورتوں اور گھر کے باہر پندرہ سے زیادہ مردوں کو مدعو نہیں کیا جاسکے گا۔ اگر اس تعداد سے زیادہ مرد و عورتیں مدعو کئے گئے تو مبلغ ایک سو روپیہ جرمانہ ہوگا۔ ختنہ کے موقع پر گھر کی چار دیواری کے اندر ڈھول بجانے کی اجازت ہے اور گھر سے باہر ممانعت ہے۔ خلاف ورزی کرنے والوں کو مبلغ دو صد روپیہ جرمانہ کیا جائے گا۔

اس حکم نامے میں دو حکم درج ہیں۔ پہلا حکم مرد و عورتوں کی تعداد کے بارے میں ہے جس کا حکم اس حکم نامہ کے پہلے حصے میں ذکر کیا گیا ہے۔ جب کہ دوسرا حکم یہ ہے کہ گھر کے اندر والئی سوات نے ڈھول کی اجازت دی ہے۔
دینِ اسلام میں ڈھول باجے کو سختی سے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورۃ لقمٰن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا[13] "۔ اور لوگوں میں کچھ لوگ وہ ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ گمراہ کریں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بن سمجھے اور اسی کو ہنسی مذاق ٹھہراتا ہے۔ اس آیت میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جو لوگ لہو الحدیث کو اختیار کرتے ہیں تو ان کے لیے جھنم کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ لہو الحدیث کے بارے میں مفسرین نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا، ڈھول ساز وغیرہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ "قَالَ مُجَاهِدٌ: الْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ[14] "۔ امام مجاہد رحمہ اللہ کے نزدیک لھوالحدیث سے مراد ناچ گانا اور آلاتِ موسیقی (ڈھول، باجا، سارنگی وغیرہ) ہیں۔ اس آیت سے گانے بجانے اور اس کے آلات کے متعلق حرمت واضح ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی بہت سی روایات گانے بجانے اور اس کے آلات کی حرمت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ: " لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِيْ أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ[15] "۔ ضرور میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ (یعنی زنا کو) اور ریشمی کپڑوں کو اور شراب اور باجوں کو۔ اس روایت میں گانوں کے اوزار کی حرمت واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ جب کہ گانے بجانے کی حرمت کا ثبوت واضح طور پر اور روایات سے بھی ہو چکی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے " اَلْغِنَآءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ[16] "۔ گانا بجانا دلوں میں منافقت اگاتا ہے۔ اس روایت میں آپ ﷺ نے گانا بجانا منافقت کا بنیادی سبب قرار دیا ہے۔ ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ گانا بجانا اور تمام آلات موسیقی کو بڑے گناہوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ یہ ایک قبیح فعل ہے، جو شیطان کا پسندیدہ ہے۔ اس کی وجہ سے انسان کے دل میں گناہ اور وساوس بڑھتے ہیں اور انسان کے دل میں منافقت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام میں اس کی سختی سے مذمت بیان کی گئی ہے، اور فقہائے کرام نے اس کو کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ: " قُلْتُ وَفِي الْبَزَّازِيَةِ اِسْتِمَاعُ صَوْتِ الْمَلَاهِيْ كَضَرْبِ قَصَبٍ وَنَحْوِهِ حَرَامٌ لِقَوْلِهِ ﷺ اِسْتِمَاعُ صَوْتِ الْمَلَاهِيْ مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوْسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ اَيْ بِالنِّعْمَةِ[17] "۔ میں کہتا ہوں کہ بزازیہ میں ہے کہ ان تمام چیزوں کی آوازوں کو سننا جس میں غفلت کا عنصر ہو جیسا کہ ڈھول بجانا وغیرہ تو یہ حرام ہے، آپ ﷺ کی اس روایت کی وجہ سے جس میں ہے کہ غفلت کر دینے والی چیزوں کا سننا نافرمانی ہے، اور اس کے لیے بیٹھنا گناہ ہے اور اس سے لطف اٹھانا ناشکری ہے یعنی نعمت کی ناشکری ہے۔ پس ختنہ کی تقریب میں گھر میں ڈھول کی اجازت دینا خلافِ شرع ہے۔ کیونکہ شریعت نے ڈھول سے مطلقاً منع کیا ہے۔ اس حکم نامے میں دوسرا حکم خلاف ورزی کرنے پر جرمانہ کا حکم صادر کیا گیا ہے۔ جس کے جواز کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ والئی سوات کا اس حکم نامہ میں ڈھول کی اجازت کے علاوہ باقی تمام احکامات شریعت کے حکم کے موافق ہے۔ جب کہ گھر کے اندر ڈھول کی اجازت کا حکم دینا شریعت کے حکم کے خلاف ہے۔

**حکم نامہ: 434 شادی اور ختنے کے موقعوں پر مہمانوں اور راگ ورنگ وغیرہ پر پابندی**

1. شادی کے موقع پر پچاس نفر سے زیادہ مہمان نہیں ہوں گے۔
2. اگر کسی نے شادی کے موقع پر شراب نوشی کی تو گھر کے مالک سے مبلغ پانچ صد روپے جرمانہ لیا جائے گا۔
3. ختنے کے موقع پر پیشہ ور میراثی (مرد اور زنانے) گھر کے اندر مجلس اور تماشے نہیں کریں گے۔[18]

تاریخ اجراء:　　1961-10-10

**شرعی جائزہ**

اس حکم نامے میں والئی سوات نے شادی اور ختنہ کی تقریب کے بارے میں تین احکامات صادر فرمائے ہیں۔پہلا حکم یہ ہے کہ شادی کے موقع پر پچاس نفر سے زیادہ مہمان نہیں ہوں گے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے شادی کے موقع پر شراب نوشی کی تو گھر کے مالک سے مبلغ پانچ صد روپے جرمانہ لیا جائے گا۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ ختنے کے موقع پر پیشہ ور میراثی (مرد اور زنانے) گھر کے اندر مجلس اور تماشے نہیں کریں گے۔

پہلا حکم شادی میں مرد وعورتوں کی تعداد کے بارے میں ہے۔ جس کا تعلق انتظامی امور کے ساتھ ہے۔ اور انتظامی امور کے بارے میں اس سے پہلے مختلف قسم کے حکم ناموں میں تفصیلی بحث کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ وہ قوانین جو شریعت کے خلاف نہ ہوں، ان میں حاکم کی اطاعت لازم ہے، اور اس کی نافرمانی ناجائز ہے۔ پس یہ حکم صحیح ہے۔

اس حکم نامہ میں دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے شادی کے موقع پر شراب نوشی کی تو گھر کے مالک سے مبلغ پانچ صد روپے جرمانہ لیا جائے گا۔ دینِ اسلام میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالأَنصَابُ وَالأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[19] "۔اے ایمان والوں، شراب ، جوا، بت اور پانسے سب شیطان کے گندے کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس آیت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ شراب کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ "اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے، خم خانے برباد کر دئے۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی، اور سارے مسلمان اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور اطاعت نبوی سے مخمور ہو گئے[20]"۔

اسی طرح آپ ﷺ کی بہت سی روایات شراب کی حرمت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت اس سے پہلے گزر چکی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ: " لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِىْ أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ[21] "۔ کہ میری امت میں سے کچھ ایسی قومیں آئیں گی، جو زنا، ریشم، شراب اور ڈھول باجوں کو حلال ٹھہرائیں گے۔ اس روایت میں کچھ حرام چیزوں کو آپ ﷺ نے بیان فرمایا ہے جس میں سے شراب کی حرمت کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ایسی ہیں جن میں نہ صرف شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے بلکہ ساتھ ساتھ اس کی سزا بھی بیان کی گئی ہے۔ جو اس کی حرمت کو مزید واضح کر دیتی ہے۔ جیسا کہ روایت ہے کہ: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ فَإِنْ عَادَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَجَلَدَهُ ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ ثُمَّ أُتِيَ بِهِ فَجَلَدَهُ وَرَفَعَ الْقَتْلَ وَكَانَتْ رُخْصَةً۔[22]" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شراب پی لی تو اس کو کوڑے مارو، اگر وہ دوبارہ پی لے تو پھر اس کو کوڑے مارو، اگر وہ تیسری یا چوتھی بار اس کو پی لے تو اس کو قتل کرو، پھر ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی تو اس کو کوڑے مارے، پھر اس کو لایا گیا تو اس کو کوڑے مارے، پھر اس کو لایا گیا تو اس کو کوڑے مارے، پھر اس کو لایا گیا تو اس کو کوڑے مارے، اور قتل کا حکم نسخ کر دیا اور اس کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جن سے شراب کی حرمت اور اس کی سزا ثابت ہوتی ہے۔ اب شراب کی حد کی مقدار کتنی ہے اور یہ کس نے مقرر کی ہے؟ اس کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت ہے کہ " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَهُ بِجَرِيْدَتَيْنِ نَحْوَ أَرْبَعِيْنَ قَالَ وَفَعَلَهُ أَبُوْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اِسْتَشَارَ النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَخَفَّ الْحُدُودِ ثَمَانِيْنَ فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ[23] "۔ کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے شراب پی

تھی تو اس کو دو چھڑیوں سے چالیس مار مارے۔ راوی فرماتا ہے کہ پھر اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا کیا پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے لوگوں سے مشورہ لیا، تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے کم حد اسی کوڑے ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا۔ ان روایات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ شراب پینے پر کوڑے مارنا آپ ﷺ سے ثابت ہے اور پھر اسی کوڑوں کی تعین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا ہے۔ جس کی وضاحت المبسوط للسرخسی میں ہے۔ کہ " وَالْاَصْلُ فِيْ حَدِّ الشُّرْبِ مَا رُوِيَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِيَ بِشَارِبِ خَمْرٍ وَعِنْدَهُ اَرْبَعُوْنَ رَجلًا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّضْرِبُوْهُ فَضَرَبُوْهُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ بِنَعْلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ ذٰلِكَ ثَمَانِيْنَ سَوْطا وَالْخَبَرُ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ فَهُوَ مَشْهُوْرٌوَقَدْ تَاَكَّدَ بِاِتِّفَاقِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّمَا الْعَمَلُ بِهِ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاِنَّهُ جَعَلَ حَدَّ الشُّرْبِ ثَمَانِيْنَ سَوْطًا مِّنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ لِاَنَّهُ لَمَّا ضَرَبَهُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ بِنَعْلَيْهِ كَانَ الْكُلُّ فِيْ مَعْنٰى ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَالْاِجْمَاعُ حُجَّةٌ مُوْجِبَةٌ لِلْعِلْمِ فَيَجُوْزُ اِثْبَاتُ الْحَدِّ بِهِ[24]"۔ کہ شراب کی حد میں اصل استدلال وہ روایت ہے جو آپ ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شراب پینے والے شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، اس وقت آپ ﷺ کے پاس چالیس افراد موجود تھے، آپ ﷺ نے ان تمام افراد کو حکم دیا کہ اس شخص کو مارے، تو ان میں سے ہر ایک شخص نے اس کو اپنے دونوں جوتوں سے مارا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس واقعے کی وجہ سے شراب کی حد کو اسی کوڑے مقرر کر لیا، اگرچہ یہ روایت اخبار آحاد میں سے ہے لیکن یہ خبر مشہور ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کے اتفاق کی وجہ سے اس حد کو تائید حاصل ہو چکی تھی۔ کیونکہ انہوں نے شراب کی حد اسی کوڑے آپ ﷺ کی اس روایت سے مقرر کی تھی۔ کیونکہ جب ہر ایک نے اس کو اپنے دونوں جوتوں سے مارا، تو اس کی پوری مقدار اسی کوڑے ہوگئی۔ اور اجماع حجت ہے، جس سے کسی علم کا اثبات ہو سکتا ہے۔ اس لئے حد کو مقرر کرنا اس اجماع کی وجہ سے صحیح ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شراب کی حرمت کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے، جب کہ شراب نوشی پر حد کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔ لیکن اس حد کی تعین حضرت عمر رضی اللہ زمانہ میں صحابہ کرام کے اجماع سے ہو چکی ہے۔ اس لیے اب تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ جیسا کہ تبصرۃ الحکام میں ہے کہ: " وَ اِذَا كَانَ شَارِبُ الْخَمْرِ اَوِ النَّبِيْذِ حُرًّا مُسْلِمًا مُكَلَّفًا وَشَرِبَهُ مُخْتَارًا مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ وَلَا عُذْرٍ فَاِنَّهُ يُجْلَدُ ثَمَانِيْنَ سَوْطًا[25]"۔ اور جب شراب پینے والا آزاد، مسلمان اور بالغ ہو اور اس نے شرب اپنے اختیار سے پی لی ہو بغیر کسی ضرورت اور عذر کے، تو اس صورت میں اس کو اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ اس عبارت سے یہ حکم واضح ہوتا ہے کہ شراب پینے کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ لیکن والئی سوات نے اسی حکم نامے میں شراب نوشی پر حد کے بجائے تعزیر بالمال جو کہ پانچ سو روپیہ ہے مقرر کی ہے۔ حالانکہ تعزیر کا اختیار صرف ان جرائم میں حکمران وقت کو ہے جس میں شریعت نے قصاص یا حد کا حکم صادر نہیں فرمایا ہے۔ جیسا کہ تبصرۃ الحکام میں ہے کہ: "وَقَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ الْجَوْزِيْ اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ التَّعْزِيْرَ مَشْرُوْعٌ فِيْ كُلِّ مَعْصِيَةٍ لَيْسَ فِيْهَا حَدٌّ بِحَسْبِ الْجِنَايَةِ فِي الْعِظَمِ وَالصِّغَرِ وَحَسْبَ الْجَانِيْ فِي الشَّرِّ وَ عَدَمِهِ [26]"۔ علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تعزیر ہر اس گناہ میں مشروع ہے جس میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہو، اور یہ ہر ایک جنایت کے چھوٹے اور بڑے ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اسی طرح نقصان کرنے والے کے شر اور عدم شر کے اعتبار سے ہے۔ یعنی جتنی جنایت بڑی ہوگی اتنی ہی تعزیر سخت ہوگی، اسی طرح نقصان کرنے والے کے اعتبار سے ہے کہ اگر وہ پہلے سے

بھی اس قسم کے جرائم میں ملوث آرہا ہے تو تعزیر پھر سخت ہو گی ورنہ پھر تعزیر بھی کم ہو گی۔ اس لیے والئی سوات کا شراب نوشی میں حد کے بجائے تعزیر بالمال کا حکم صادر فرمانا شریعت کے خلاف ہے۔

اس حکم نامے میں تیسرا حکم یہ ہے کہ ختنے کے موقع پر پیشہ ور میراثی (مرد اور زنانے) گھر کے اندر مجلس اور تماشے نہیں کریں گے۔ جس سے مراد گانا بجانا اور ڈھول باجوں کا محفل ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ گانے بجانے اور ڈھول باجے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ جس کی تفصیل اس حکم نامے کے پہلے حصے میں گزر چکی ہے۔ اس لیے یہ حکم شریعت کے موافق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ والئی سوات کے اس حکم نامہ میں موجود تین احکامات میں سے پہلا حکم جو کہ مخصوص تعداد کے متعلق ہے۔ اور تیسرا حکم جو کہ ڈھول باجوں کی ممانعت کے بارے میں ہے، یہ دونوں صحیح ہیں۔ جب کہ دوسرا حکم جو شراب نوشی پر حد کے بجائے مالی جرمانہ عائد کرنا ہے۔ یہ خلاف شریعت ہے۔

**حکم نامہ:435 فاتحہ خوانی والے گھر سے چائے اور کھانے پر پابندی**

جو آدمی فاتحہ خوانی کے سلسلہ میں کسی دوسری جگہ جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ چائے پیے اور نہ کھانا کھائے۔[27]

تاریخ اجراء: 1960-01-08

**شرعی جائزہ**

اس حکم نامے میں والئی سوات نے فاتحہ خوانی کے سلسلہ میں یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ فاتحہ خوانی کی جگہ میں چائے پینا اور کھانا ممنوع ہے۔ یہ حکم شریعت کی رو سے صحیح ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: "عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ كُنَّا نَرَى الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ [28] "۔ جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میت کے گھر والوں کے پاس جمع ہونا اور ان کے گھر کھانا تیار کرنا ہم اس کو نوحہ (کی طرح) سمجھتے تھے۔ یعنی جس طرح نوحہ کو برا سمجھا جاتا ہے اسی طرح ہم اس کو بھی سمجھتے تھے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ میت کے گھر میں کھانا تیار کرنا مذموم ہے۔ اور اس قسم کی خوراک سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اس حدیث کی تشریح میں مشہور محقق و محدث محمد فواد عبد الباقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، کہ: " (كُنَّا نَرٰى) هٰذَا بِمَنْزِلَةِ رِوَايَةِ اِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ اَوْ تَقْرِيْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَى الثَّانِيْ فَحُكْمُهُ الرَّفْعُ وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ فَهُوَ حُجَّةٌ (وَصَنْعَةَ) اَيْ الْاَهْلِ وَاِفْرَادُ الضَّمِيْرِ لِاِفْرَادِ لَفْظِ الْاَهْلِ وَبِالْجُمْلَةِ فَهٰذَا عَكْسُ الْوَارِدِ اِذِ الْوَارِدُ اَنْ يَصْنَعَ النَّاسُ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ فَاجْتِمَاعُ النَّاسِ فِي بَيْتِهِمْ حَتّٰى يَتَكَلَّفُوا لِاَجْلِهِمُ الطَّعَامَ قَلْبٌ لِذٰلِكَ وَقَدْ ذَكَرَ كَثِيْرٌ مِنَ الْفُقَهَاۤءِ اَنَّ الضِّيَافَةَ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ قَلْبٌ لِلْمَعْقُوْلِ لِاَنَّ الضِّيَافَةَ حَقًّا اَنْ تَكُوْنَ لِلسُّرُوْرِ لَا لِلْحُزْنِ [29] "۔ یعنی سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ "کُنَّا نَرٰی" یعنی ہم سمجھتے تھے۔ یہ کلمہ صحابہ کرام کے اجماع پر دلیل ہے، اسی طرح دوسرا مقصد اس جملہ کا یہ ہے کہ یہ تقریری حدیث ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہو گی، اور ان دونوں صورتوں میں صحابی کا یہ قول حجت ہو گی۔ اور یہ کھانا حرام سمجھا جائے گا۔ اور لفظ صنعۃ یعنی میت کے خاندان کا کھانا تیار کرنا۔ اس میں مفرد ضمیر لفظ اھل کے مفرد ہونے کی وجہ سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں معاملہ حدیث کے حکم کے بالکل برعکس ہے، کیونکہ آپ ﷺ سے یہ حکم منقول تھا کہ میت کے گھر والوں کے علاوہ باقی لوگ میت کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کریں۔ اب ان کے گھر میں لوگوں کا اس طریقے پر جمع ہو جانا کہ میت کے گھر والے ان لوگوں کے لیے کھانے کا انتظام کریں یہ حکم اس کا برعکس ہے۔ اسی طرح بہت سے فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ کہ میت کے گھر والوں کی مہمان نوازی یہ عقل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ مہمان نوازی خوشی کے موقع پر ہوتا ہے، نہ کہ غم کے موقع پر۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس گھر میں فوتگی ہو جائے، وہاں پر کھانا بنانا اور اس کا کھانا ناجائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خود دکھ اور درد میں ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں باقی لوگوں کا ان کے گھر میں کھانا کھانا ان کے غم اور دکھ میں مزید اضافے کا سبب بنے گا۔ اس لئے ایسے موقع پر میت کے گھر میں کھانا کھانے اور چائے پینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ بلکہ شریعت کا حکم ایسے مواقع میں حضور ﷺ ک ارشادات سے واضح ہے۔ کہ آپ ﷺ نے ایسے مواقع پر ان کے غم اور دکھ میں شریک ہونے کے لیے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ میت کے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا جائے، کیونکہ وہ اپنے لیے کھانے پینے کا انتظام نہیں کرسکتے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ "قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِصْنَعُوْا لآلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَاِنَّهُ قَدْ اَتَاهُمْ اَمْرٌ يَشْغَلُهُمْ [30]"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جعفر رضی اللہ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو، کیونکہ ان پر ایسا غم آیا ہے جس نے ان کو (کھانے کے انتظام سے) مشغول کیا ہوا ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ میت کے گھر والوں کے ساتھ ان کے غم میں اس لیے شریک ہونا چاہئے کہ ان کو تسلی بھی دی جائے اور ساتھ ساتھ ان کو کھانا بھی کھلایا جائے، نہ یہ کہ ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کے ہاں ان کے مہمان بن جائیں، اور ان سے کھانا کھایا جائے، جس کی وجہ ان کا غم ہلکا ہونے کے بجائے مزید بھاری ہو۔ انہی روایات کی وجہ سے فقہاء کرام نے میت کے گھر کا کھانا مکروہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن الھمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ: " وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ وَيُسْتَحَبُّ لِجِيْرَانِ اَهْلِ الْمَيِّتِ وَالْاَقْرِبَاءِ الْاَبَاعِدِ تَهْيِئَةُ طَعَامٍ لَهُمْ يُشْبِعُهُمْ يَوْمَهُمْ وَلَيْلَتَهُمْ لِقَوْلِهِ اِصْنَعُوْا لِآلِ جَعْفَرَ طَعَامًا فَقَدْ جَاءَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ [31]"۔ اور مکروہ ہے میت کے گھر والوں سے کھانے کی مہمان نوازی کرانا، کیونکہ مہمان نوازی خوشی کے موقع پر رائج ہے نہ کہ مصیبت کے وقت۔ اور یہ ایک قبیح بدعت ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ میت کے پڑوسی اور دور کے رشتہ دار مل کر ان کے لیے کھانے کا انتظام کرلیں، جو کم از کم ایک دن رات کے لیے ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جعفر رضی اللہ کے گھر والوں کے کھانا تیار کرو۔ اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ میت کے گھر والوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے، اگر تین دن تک ہو تو بہت بہتر ہے کیونکہ یہی تعزیہ کے دن ہیں۔ اگر اتنا ممکن نہیں ہے، تو کم از کم ایک دن رات کے لیے ہونا چاہئے جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب اس کے بجائے میت کے گھر والوں پر کھانے کا بوجھ ڈالنا یہ شرعاً اور اخلاقاً جرم ہے، کیونکہ اس صورت میں ان کے لیے یہ غم مزید دکھ اور پریشانی کا سبب بنے گا۔

والئی سوات نے میت کے گھر والوں کو اسی تکلیف سے بچنے کے لیے ریاست کے باشندگان کے لیے یہ حکم صادر فرما کر میت کے گھر میں چائے پینا اور کھانا کھانا ممنوع قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ حکم نامہ بھی شریعت کے موافق ہے۔

**حکم نامہ:436 فاتحہ خوانی کتنے دنوں تک کی جاسکتی ہے**

1. اگر ہمارے شاہی خاندان میں کوئی فوت ہو جائے تو تین دن تک لوگ فاتحہ خوانی کے لیے آسکتے ہیں۔ اس کے بعد نہیں۔
2. اگر دیگر لوگوں کے گھر کوئی فوت ہو جائے تو سات دن تک فاتحہ خوانی کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ اگر کسی نے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو جرمانہ ادا کرے گا۔[32]

تاریخ اجراء: 1960-12-25

**شرعی جائزہ**

اس حکم نامے میں والئی سوات نے فاتحہ خوانی کے بارے میں دو قسم کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ پہلا حکم شاہی خاندان کی تعزیت کے بارے میں ہے کہ یہ تین دن تک ہوگی اس کے بعد نہیں۔ دینِ اسلام میں تعزیت کو مستحسن قرار دیا گیا ہے اور قریبی رشتہ داروں کے لیے بلاعذر زیادہ سے زیادہ تین دن مقرر کیے گیے ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کی روایت ہے کہ: "مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّيْ اَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ اِلَّا كَسَاهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ [33] "۔ جو بھی مسلمان اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر اس کو تسلی دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عزت کا لباس پہنائے گا۔ اسی طرح ایک دوسری روایت ہے کہ: " مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ اَجْرِه[34]"۔" جو شخص کسی مصیبت زدہ مسلمان کو تسلی دے گا تو اس کے لیے اس کی طرح اجر ہے۔ یہ دونوں روایات اس بات پر صریح دال ہیں کہ مسلمان کو کسی مصیبت کے وقت تسلی دینا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے۔ اب رہی یہ بات کہ جب فوتگی ہو جائے تو کتنے دنوں تک تعزیت کی جاسکتی ہے، تو اس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: "قَالَتْ زَيْنَبُ فَدَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍؓ حِينَ تُوُفِّيَ اَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَمَا وَاللهِ مَا لِيْ بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا [35] "۔ حضرت زینبؓ فرماتی ہے کہ میں حضرت زینب بنت جحشؓ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی جب اس کا بھائی فوت ہو چکا تھا تو اس نے خوشبو منگوائی اور اس کو اپنے بدن پر لگایا، پھر اس کے بعد فرمایا، قسم اللہ کی مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر تشریف فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت کے لیے حلال نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، سوائے شوہر کے کہ اس پر چار ماہ اور دس دن سوگ مناسکتی ہے۔ اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بھی شخص کی فوتگی کی صورت میں صرف تین دن تک سوگ منایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد سوگ منانا شرعاً درست نہیں۔ ہاں جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ اپنے شوہر پر چار ماہ اور دس دن کے لیے سوگ مناسکتی ہے۔ چونکہ تعزیت بھی سوگ ہی ہے اس لیے اس روایت کی روشنی میں تعزیت بھی صرف تین دن کی جائے گی اور اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہوگی۔ جس کی طرف فقہائے کرام نے اپنی عبارات میں اشارہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی می ہے کہ: " وَ وَقْتُهَا مِنْ حِيْنَ يَمُوْتُ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَيُكْرَهُ بَعْدَهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمُعَزِّيْ اَوِ الْمُعَزّٰى اِلَيْهِ غَائِبًا فَلَا بَأْسَ بِهَا وَهِيَ بَعْدَ الدَّفْنِ اَوْلٰى مِنْهَا قَبْلَهُ وَهٰذَا اِذَا لَمْ يُرَ مِنْهُمْ جَزْعٌ شَدِيْدٌ فَاِنْ رَئٰى ذٰلِكَ قُدِّمَتِ التَّعْزِيَةُ وَيَسْتَحِبُ اَنْ يَّعُمَّ بِالتَّعْزِيَةِ جَمِيعُ اَقَارِبِ الْمَيِّتِ الْكِبَارُ وَالصِّغَارُ وَالرِّجَالُ وَالنِّسَاۗءُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ امْرَاَةٌ شَابَّةٌ فَلَا يُعَزِّيْهَا اِلَّا مَحَارِمُهَا [36] "۔ اور تعزیت کا وقت وفات کی وقت تک سے تین دن تک ہے اور اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جس شخص کو تعزیت کی جاتی ہے موجود نہ ہو تو پھر اس میں گناہ نہیں ہے۔ اور تعزیت کرنا دفن کے بعد اولیٰ ہے دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے۔ اور یہ اس وقت ہے جب ان کی طرف سے زیادہ فریاد نہ دیکھا جائے، پس اگر یہ فریاد ان کی طرف سے زیادہ ہو، تو پھر اس صورت میں تعزیت دفن کرنے پر مقدم کی جائے گی اور یہ بات بھی مستحب ہے کہ تعزیت میں میت کے تمام رشتہ دار چاہے بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہوں یا عورت سب اکٹھے ہو جائے، لیکن جو عورت نوجوان ہو تو اس کو صرف اس کے محارم تعزیت کریں گے۔ ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ میت پر تین دن کے سوا سوگ جائز نہیں۔ اور چونکہ تعزیت بھی ایک قسم کا سوگ ہی ہے اس لیے یہ بھی تین دن تک جائز ہے اس کے بعد سوگ منانا جائز نہ ہوگا۔ پس یہ حکم صحیح ہے۔

اس حکم نامے میں دوسرا حکم شاہی خاندان کے علاوہ عام لوگوں کے بارے میں ہے کہ اگر دیگر لوگوں کے گھروں میں کوئی شخص فوت ہوجائے تو سات دن تک فاتحہ خوانی کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد نہیں۔ اس حکم نامے کے پہلے حصے میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ تعزیت تین دن تک صحیح ہے اور اس کے بعد مکروہ ہے۔ البتہ اگر تعزیت کرنے والے یا جن لوگوں کو تعزیت کی جاتی ہے وہ سفر پر ہوں، تو اس صورت میں تین دن کے بعد بھی تعزیت کی جاسکتی ہے۔ چونکہ اس حصہ میں والئی سوات نے یہ حکم دیا ہے کہ شاہی خاندان کے علاوہ باقی لوگوں کو سات دن تک تعزیت کی جاسکتی ہے۔ اس لیے یہ حکم شرعی طور پر صحیح نہیں ہے۔
اس حکم نامے میں تیسرا حکم یہ ہے کہ اس حکم کی خلاف ورزی پر جرمانہ عائد ہوگا۔ جس کے جواز کے بارے میں تفصیل گزر چکی ہے کہ تعزیر بالمال جائز ہے۔ پس والئی سوات کے اس حکم نامے میں موجود پہلا اور تیسرا حکم شریعت کے موافق ہے جب کہ دوسرا حکم جو کہ سات دنوں تک تعزیت کی اجازت دینا ہے، یہ حکم خلاف شریعت ہے۔

**خلاصہ**

دین اسلام ایسا جامع، کامل اور مکمل دین ہے جو ہر شعبہ اور ہر میدان میں مکمل رہنما ہے۔ جو کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ امن کا خواہاں ہے۔ دنیا میں موجود کسی مذہب، دین اور نظریے یا فلسفے نے انسانی جان و عزت کو شریعت کی طرح اہمیت نہیں دی ہے۔ اسی بنا پر دینِ اسلام نے اس کے لیے جو اصول اور قوانین وضع کیے ہیں جن پر عملدرآمد کرکے معاشرے کو صحیح طور پر امن کا گہوارہ بناسکتے ہیں۔ ان اصول میں سے چند اصول وہ ہیں جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے صریح طور پر اخذ کیے گئے ہیں۔ مثلاً گالی گلوچ سے اور ایسے تمام کاموں سے اجتناب کرنا جو کسی دوسرے انسان کی آبروریزی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اسی طرح شادی اور دوسری خوشی کے موقع پر ہوائی فائرنگ کرنا جو کسی انسان کے مال و جان کے لیے خطرے کا سبب بن سکتا ہے کو بھی شریعت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خوشی اور غمی کے موقع پر خرچ کرنے میں میانہ روی کرنا اور بخل اور اسراف سے حتی الوسع اجتناب کرنا وغیرہ شامل ہیں۔
ان تمام تر اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بھی ریاست اور معاشرے کی ترقی، امن اور استحکام کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر دنیا کے تقریباً تمام ممالک ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جو اخلاقی اور معاشی خرابیوں اور فسادات کے لیے بیخ کنی کا ذریعہ بنیں اور جو لوگ انفرادی یا اجتماعی طور ان کی خلاف ورزی کریں، ان سے اس طریقے سے نمٹا جائیں کہ وہ آئندہ کے لیے خود بھی اس قسم کے جرائم کے مرتکب نہ بنیں اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی قابل عبرت بنیں۔ ان میں چند فرامین وہ ہیں جو والئی سوات نے اپنی ریاست کے باشندگان کے امن و استحکام اور آسودہ حالی کو برقرار رکھنے کی خاطر صادر فرمائے تھے۔ جن کا مقالہ ہذا میں شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم نامہ نمبر 434: شادی اور ختنے کے موقعوں پر مہمانوں اور راگ ورنگ وغیرہ پر پابندی کا حکم صادر فرمایا گیا ہے۔ اس حکم نامے میں نکاح اور ختنہ کے حوالے سے مختلف قسم کی ہدایات دی گئیں ہیں، جن میں مہمانوں کی تعداد اور گھروں کے اندر گانے بجانے کے محافل سے روکا گیا ہے۔ یہ احکامات شریعت کے مطابق ہیں۔ البتہ اس حکم نامہ میں والئی سوات نے شراب نوشی پر حد کے بجائے جرمانہ عائد کیا ہے، اس لیے یہ حکم صحیح نہیں ہے۔
حکم نامہ نمبر 435: فاتحہ خوانی والے گھر سے چائے اور کھانے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔
اس حکم نامہ میں تعزیت کے بارے میں مختلف قسم کی ہدایات دی گئی ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہیں اس لیے یہ حکم نامہ صحیح ہے۔
حکم نامہ نمبر 436: فاتحہ خوانی کے لیے دنوں کی تعیین کی گئی ہے۔

اس حکم نامہ میں والئی سوات نے اپنے خاندان والوں کے بارے میں تین دن تک تعزیت کی اجازت دی ہے۔ جب کہ عام لوگوں کے لیے سات دن تک تعزیت کی اجازت دی گئی ہے، جب کہ شریعت میں تین دن تک اس کی اجازت ہے، لہٰذا سات دن تک تعزیت کی اجازت کا حکم خلافِ شریعت ہے۔

**مصادر و مراجع**

[1] والئی سوات کا نام عبد الحق بن عبد الودود کے بیٹے جب کہ سیدو بابا کے پڑپوتے ہیں۔ آپ 1908ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نے ان کو 1923ء میں صرف 15 سال کی عمر میں رسمی طور پر ولی عہد بنادیا، جب کہ باقاعدہ طور پر 193 اور 12 دسمبر 1949ء کو ریاست سوات کا اقتدار سونپ دیا۔ 15 اگست 1969ء کو جب ریاست سوات کا پاکستان میں الحاق ہوا تو آپ اس عہدے سے دستبردار ہوئے۔ آپ 14 ستمبر 1987ء کو وفات پاگئے اور آبائی قبرستان سیدو شریف میں دفن کیے گئے۔ [خلیل الرحمٰن، **فتاویٰ ودودیہ کا اردو ترجمہ اور تحقیقی مطالعہ، کتاب الطہارۃ**، ایم فل مقالہ، ص:25]

[2] محمد ناصر الدین الالبانی، **صحیح وضعیف الجامع الصغیر**، ج،15، ص:439

[3] مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، كِتَابُ الْإِيْمَان، بابُ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ، وَاَىُّ أُمُورِهِ اَفْضَلُ، ج:1، ص:65، رقم الحدیث:39

[4] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:221

[5] محمد بن عیسیٰ ترمذی، **سنن الترمذی**، اَبْوَابُ الْفِتَنِ، بَابُ مَا جَآءَ فِى النَّهْىِ عَنْ تَعَاطِى السَّيْفِ مَسْلُوْلًا، ج:4، ص:34، رقم الحدیث:2163

[6] عبد الرحمن مبارکپوری، **تحفۃ الاحوذی**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س،ن) ج:4، ص:174

[7] محمد بن عیسیٰ ترمذی، **سنن الترمذی**، اَبْوَابُ الْفِتَنِ، بابُ مَا جَاءَ فِي النَهْيِ عَنْ تَعَاطِى السَّيْفِ مَسلُولًا، ج:4، ص:34، رقم الحدیث:2163

[8] مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ النَّهْىِ عَنْ الْإِشَارَةِ بِالسَّلَاحِ، ج:4، ص:2020، رقم الحدیث:2617

[9] نفس مصدر، كِتَابُ الْحَج، بَابُ النَّهىِ عَنْ حَمْلِ السَّلَاحِ بِمَكَّةَ، ج:2، ص:989، رقم الحدیث:1356

[10] ابراہیم بن محمد بن فرحون، **تبصرة الحكام**، ج:3، ص:353

[11] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:222

[12] محیی الدین یحیی بن شرف النووی، **المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**، ج:12، ص:237

[13] سورۃ لقمٰن، 06:31

[14] محمد بن احمد قرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1427ھ=2006ء) ج:14، ص:51

[15] محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاری**، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ، بَابُ مَاجَآءَ فِيْ مَنْ يَّسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، ج:7، ص:106، رقم الحدیث:5590

[16] ابو داؤد سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**، كِتَابُ الْاَدَبِ، بابُ كَرَاهِيَةِ الْغِنَآءِ وَالزُّمُرِ، ج:4، ص:282، رقم الحدیث:4927

[17] محمد امین بن عمر ابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار**، ج:9، ص:506

[18] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:222

[19] سورۃ المائدۃ، 90:05

[20] شبیر احمد عثمانی، **تفسیر عثمانی**، ص:422

[21] محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاری**، کتَابُ الاَشْرِبة، بَابُ مَاجَآءَ فِيْ مَنْ يَّسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهٖ ، ج:7، ص:106، رقم الحدیث:5590

[22] ابو داؤد سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داؤد**، كِتَابُ الْحُدُوْدِ، بَابٌ اِذَا تَتَابَعَ فِيْ شُرْبِ الْخَمْرِ، ج:6، ص:535، رقم الحدیث: 4485

[23] مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، كِتَابُ الحُدُوْدِ، بَابُ حَدِّ الْخَمْرِ ، ج:3، ص:1330، رقم الحدیث:1706

[24] محمد بن احمد سرخسی، **المبسوط**، ج:27، ص:184

[25] ابراہیم بن محمد ابن فرحون، **تبصرة الحكام**، ج:3، ص:251

[26] نفس مصدر، ص:242

[27] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:222

[28] محمد بن یزید بن ماجہ، **سنن ابن ماجه**، اَبْوَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَاجَآءَ فِى النَّهْىِ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَ صُنْعَةِ الطَّعَامِ، ج:2، ص:538، رقم الحدیث:1612

[29] محمد بن عبد الھادی السندی، **الحاجة فى شرح سنن ابن ماجه** ( بیروت: دار الجیل، س۔ن) ج:2، ص:538

[30] محمد بن عیسی الترمذی، **سنن الترمذی**، ابواب الْجَنَائِزِ، بَابُ مَا جَآءَ فِى الطَّعَامِ يُصْنَعُ لِاَهْلِ الْمَيِّتِ، ج:3، ص:314، رقم الحدیث:998

[31] محمد بن عبد الواحد ابن الھمام، **فتح القدير**، ج:3، ص:432

[32] غلام حبیب خان، **رواج نامۂ سوات**، ص:222

[33] محمد بن یزید بن ماجہ، **سنن ابن ماجه**، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَا جَآءَ فِيْ ثَوَابِ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا، ج:2، ص:532، رقم الحدیث:1601

[34] محمد بن عیسی الترمذی، **سنن الترمذی**، اَبْوَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ مَاجَآءَ فِيْ اَجْرِ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا، ج:2، ص:376، رقم الحدیث:1073

[35] محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاری**، كِتَابُ الْجَنَائِزِ، بَابُ اِحْدَادِ الْمَرْاَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا ، ج:2، ص: 78، رقم الحدیث:1280

[36] شیخ نظام وجماعۃ من علماء ھند، **فتاوى هنديه**، ج:1، ص:167